اپنے وطن میں

(ذیل میں پاکستان کی مسیحی برادری کے حوالے سے ایسی اطلاعات فراہم کی جارہی ہیں جو Focus میں جگہ نہیں پاسکیں)

مردم شماری ۱۹۹۱ء

پاکستان میں پہلی مردم شماری ۱۹۵۱ء میں ہوئی تھی اس کے بعد ۱۹۶۱ء، ۱۹۷۲ء اور ۱۹۸۱ء میں مردم شماری اور خانہ شماری کی گئی۔ ۱۹۷۰ء کے عشرے میں مردم شماری پاک - بھارت جنگ کے باعث بروقت نہ ہوسکی اور ایک سال دیر سے ہوئی۔ پانچویں مردم شماری سالِ رواں میں ۲۲ دسمبر ۱۹۹۰ء تا مارچ ۱۹۹۱ء کے درمیان مکمل ہونی چاہیے تھی مگر سندھ میں خانہ شماری کے مرحلے میں غلط اعداد و شمار سامنے آئے اور مردم شماری کا عمل روک دیا گیا۔

مسیحی اقلیت نے مردم شماری کے مسئلے کو پوری اہمیت دی ہے۔ گزشتہ انتخابات میں مسیحی امیدواروں نے اپنے منشوروں میں اس امر کو شامل کیا تھا کہ وہ مسیحی آبادی کے درست اعداد و شمار کے لیے جدوجہد کریں گے۔ گیبریل فرانسس خان ایڈووکیٹ (راولپنڈی) نے اپنے ایک مضمون میں یہ نقطۂ نظر اختیار کیا ہے کہ "۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق مغربی پاکستان میں مسیحیوں کا تناسب کل آبادی میں ۱.۳ فیصد تھا۔ پاکستان کی کل آبادی میں ۱۹۵۱ء سے اب تک ۳ گناہ سے زیادہ اضافہ ہوچکا ہے۔ اگر اسی تناسب سے مسیحیوں کی آبادی میں اضافہ بھی تصور کیا جائے تو موجودہ سرکاری اعداد و شمار پر قطعی بھروسہ ممکن نہیں ہے۔" (نقیب کا تھولک - لاہور، یکم جنوری تا ۳۱ جنوری ۱۹۹۱ء، ص ۸)

پندرہ روزہ "نقیب کا تھولک" (لاہور) نے اپنے اداریے - "مردم شماری میں تاخیر کیوں؟" کے تحت لکھا ہے کہ "حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق اقلیتوں کی اصل تعداد درست نہیں ہے۔ اس کی واضح مثال پاکستان میں بسنے والی اقلیتوں میں سے ہندوؤں کی تعداد سب سے زیادہ ظاہر کی گئی ہے اور باقی صوبوں میں اُن کی تعداد برائے نام ہے جب کہ مسیحی تمام صوبوں میں آباد ہیں۔ اس طرح بظاہر اور حقیقت میں بھی مسیحی سب سے بڑی اقلیت ہیں۔" (نقیب کا تھولک - لاہور، ۱۶ تا ۳۱ مارچ ۱۹۹۱ء) یونائیٹڈ کرسچن فرنٹ کے رہنما ڈاکٹر شمشاد ثناء اللہ کی

سرکردگی میں ایک وفد نے چیف کمشنر مردم شماری سے اُن کے دفتر اسلام آباد میں ملاقات کرتے ہوئے عرضداشت پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ "مردم شماری کی ٹیموں میں یونائیٹڈ کرسچن فرنٹ کے کارکنوں کو شامل کیا جائے۔" کیوں کہ مسیحیوں کے زیادہ تر ان پڑھ لوگ مردم شماری کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں۔ مسیحیوں کے بہت سے نام مسلم ناموں سے ملتے جلتے ہیں جن کا اندارج غلط ہوسکتا ہے۔ پھر مسیحی خاندان مسلم آبادیوں میں رہائش پذیر ہیں جن کو خاص فارم مہیا نہیں کیے جاتے۔ (نقیب کا تھولک لاہور، ۱۶ تا ۳۱ مارچ ۱۹۹۱ء)

جے۔ سالک اور "ٹاٹ کا لباس"

۲۸ فروری ۱۹۹۱ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں جناب افضل خان نے نکتۂ اعتراض پر کہا کہ اقلیتی رکن جناب جے۔ سالک ایوان کے معزز رکن ہیں۔" انہوں نے گذشتہ گیارہ سال سے ٹاٹ کا لباس پہن رکھا ہے اور ٹاٹ کا لباس تبدیل کرنے کے لیے اُن کا مؤقف یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں خصوصی طور پر تلاوت کلام پاک کرائی جائے کیوں کہ ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء کو اسمبلی کا جو اجلاس ہوا تھا، نہ صرف اُس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے بعد بھی ہونے والے کئی اجلاسوں میں تلاوتِ کلام پاک نہیں کی گئی۔ اس بے برکتی کے باعث اسمبلیاں ٹوٹتی رہیں گی۔" اگر ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء کا ازالہ آج تلاوتِ کلام پاک کر کے کر دیا جائے تو وہ ٹاٹ کا لباس تبدیل کرلیں گے۔

جناب سالک کی بات تسلیم کرتے ہوئے سپیکر نے ایک مسلم رکن اسمبلی سے تلاوت کلام پاک کے لیے کہا۔ اقلیتی رکن پیٹر جان سہوترا نے کہا کہ "جے سالک کے ٹاٹ کے لباس کا کوئی مقصد یا اہمیت نہیں۔" محض انفرادیت کے طور پر اور لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے وہ ایسا حلیہ بنائے رکھتے ہیں۔ اگر انہوں نے ٹاٹ کا لباس تبدیل کر دیا تو ان کی انفرادیت ختم ہوجائے گی۔

ارکانِ اسمبلی کے درمیان ہلکے پھلکے فقروں کے تبادلے کے بعد مولانا عبدالستار خان نیازی نے تلاوتِ کلام پاک کردی۔ اسمبلی کے ارکان نے توقع ظاہر کی کہ جے۔ سالک کی شرط پوری کردی گئی ہے لٰہذا اب وہ ٹاٹ کا لباس ترک کر دیں گے۔ (روزنامہ جنگ - راولپنڈی، یکم مارچ ۱۹۹۱ء)